۱۰

محبت، شفقت اور پیار سے کام لو

(فرمودہ ۱۶- مارچ ۱۹۳۴ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مجھے آٹھ دس روز سے ظہر کے بعد حرارت ہوجاتی ہے اس لئے میں زیادہ دیر تک بول نہیں سکتا لیکن پچھلے دو جمعوں میں مَیں نے جو تقریریں کی ہیں انہی کے تسلسل میں اختصار کے ساتھ رسول کریم ﷺ کا طریقِ عمل اور آپ کی ایک نصیحت سنا دیتا ہوں- مجھے نہایت ہی افسوس ہے کہ بعض لوگ وعظ کی مجلس میں نصیحت حاصل کرنے کیلئے نہیں آتے بلکہ بالکل بہروں کی طرح آکر بیٹھ جاتے ہیں اور بہرہ پن کی حالت میں ہی اُٹھ کر چلے جاتے ہیں حالانکہ وعظ کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان سنے اور اسے تسلیم کرے ورنہ اگر اطاعت نہ ہو تو نبوت اور خلافت بھی بے معنی ہے- مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ پچھلے جمعہ کے دن مسجد سے نکلتے ہی ایک احمدی ایک دوسرے شخص سے لڑپڑا- لڑائی تو عام حالات میں بھی منع اور معیوب ہے مگر میں نے سنا ہے کہ یہ لڑائی کسی تازہ واقعہ کی بناء پر نہیں تھی بلکہ اس وجہ سے تھی کہ لڑنے والا احمدی جب اس کے گاؤں میں تبلیغ کیلئے گیا تو اس نے اسے تنگ کیا تھا اور یہ ایسی ذلیل اور کمینہ حرکت ہے کہ اسے سن کر میں بہت ہی شرمندہ اور نادم ہوا کیونکہ یہ بالکل کتّے والی بات ہے جو اپنی گلی میں شیر ہوتا ہے- مومن کو اگر جوش آئے بھی تو اُس جگہ آتا ہے جہاں دشمن کا زور ہو- یہ اطلاع جو مجھے پہنچی ہے اگر صحیح ہے تو یہ ایسی بات ہے کہ میں ندامت سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں- اول تو میں نے نصیحت کی تھی کہ

جماعت کے دوستوں کو لڑائی جھگڑے سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ دعا اور استغفار کرنا چاہیئے۔ لیکن فرض کرو کوئی شخص اپنے جوش اور جذبات کو نہیں دبا سکتا تھا تو اسے چاہیئے تھا کہ جس دن وہ اُس کے گاؤں میں گیا تھا اور اُس نے اسے تنگ کیا تھا' وہیں لڑ پڑتا۔ اِس انتظار میں رہنا کہ وہ اکیلا میرے محلّہ میں آئے گا تو اُسے پکڑوں گا' یہ بالکل کُتّے والی بات ہے اور اتنی کمینہ حرکت ہے کہ احمدیت تو بڑی بات ہے' میں اسے انسانیت سے بھی گرا ہوا فعل سمجھتا ہوں اور مجھے اس کا اتنا احساس ہوا ہے کہ جب بھی اس کا خیال آیا' شرمندگی سے میرا دل گھٹنے لگ گیا کہ ہماری جماعت میں بھی ایسے ذلیل لوگ ہیں۔ کسی شخص نے خواہ ہمارا کتنا بڑا قصور کیوں نہ کیا ہو جب وہ ہمارے گھر میں یا محلّہ میں آجائے تو اس کے ساتھ ہمارا سلوک جُداگانہ ہونا چاہیئے۔ یورپین لوگ مذہبی لحاظ سے ہمارے سخت دشمن ہیں لیکن بچپن میں مَیں نے ایک انگریز کی لکھی ہوئی ایک رِیڈر پڑھی تھی جس میں ایک واقعہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کے متعلق تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کے ساتھ یورپین اقوام کو خصوصیت سے عداوت تھی کیونکہ وہ مسلمان وہاں کئی سَو سال تک حکومت کرتے رہے ہیں۔ اس رِیڈر میں ایک واقعہ لکھا تھا جو نظم ونثر میں تھا اور جسے اکثر لوگوں نے پڑھا ہوگا۔ وہ یہ کہ کسی شخص نے ایک عرب کے نوجوان لڑکے کو قتل کردیا شاہی فوج اس کے پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے آرہی تھی قاتل بھاگتا ہوا آیا اور اسی شخص کے گھر میں داخل ہوکر پناہ کا طالب ہوا جس کے لڑکے کو وہ قتل کر آیا تھا۔ وہ عرب اُسے دیکھ کر کھڑا ہوگیا اور اُس سے پوچھا کہ کیا بات ہے' اُس نے کہا مجھ سے ایک خون ہوگیا ہے۔ سرکاری آدمی مجھے پکڑنے کیلئے پیچھے آرہے ہیں' مجھے پناہ دو۔ عرب نے پوچھا تم نے کسے قتل کیا ہے' قاتل نے مقتول کا نام و نشان اور حُلیہ وغیرہ بتایا۔ تو اس عرب کو معلوم ہوگیا کہ یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کرکے آیا ہے مگر پھر بھی اُس کی مہمان نوازی نے جوش مارا اور اس نے کہا میرے پیچھے آؤ' وہ اُسے ساتھ لے گیا اور پچھواڑے سے نکال دیا اور جب فوج آئی تو کہہ دیا کہ یہاں تو کوئی ایسا شخص نہیں۔ یہ مومنانہ شرافت ہے کہ جب دشمن قبضہ میں آئے تو اس پر رحم کیا جائے۔ وہ وقت بدلہ لینے اور بہادری دکھانے کا نہیں ہوتا۔ جب دشمن گھر میں' محلّہ میں یا شہر میں آجائے اُس وقت مومنانہ میزبانی کا نمونہ دکھانا چاہیئے خواہ کتنی مخالفت ہو۔ اس وقت کسی ناگوار بات کو زبان پر نہیں لانا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک ہندو صاحب آپ سے ملنے آیا کرتے تھے اور

جب آتے، کہتے کہ دلّی کے کباب کھلاؤ- شامی کبابوں کا اُس وقت پنجاب میں ایسا رواج نہ تھا، اب تو کچھ کچھ ہو رہا ہے- ہماری والدہ صاحبہ چونکہ دلّی کی ہیں اس لئے وہ تیار کرواتی تھیں- اس ہندو نے جو ایک بار کباب کھائے تو اسے پسند آئے اس لئے جب آتا ان کی فرمائش کرتا اور مسجد کے پاس والی کوٹھڑی میں چُھپ کر کھا لیتا لیکن مجالس میں آپ کے ساتھ گوشت خوری پر بحث کرتا مگر آپ نے اسے کبھی نہ جتایا کہ چُھپ کر تو تم گوشت کھاتے ہو اور باہر آکر بحث کرتے ہو- پس مومن کو ہمیشہ نرمی دکھانی چاہیئے- ایسے لوگ جو اس قسم کی حرکات کرتے ہیں یا تو غیر مومن ہوتے ہیں اور یا شرارتی جو اندر رہ کر جماعت کو بدنام کرتے ہیں- یہاں جماعت کی تعلیم و تربیت کا انتظام بخوبی ہے، اس کیلئے ایک خاص محکمہ ہے، پھر مساجد میں بھی اس کا خیال رکھا جاتا ہے، خطبات میں مَیں سمجھاتا رہتا ہوں لیکن ان سب باتوں کے باوجود جس پر اثر نہ ہو، میں کس طرح مان لوں کہ وہ مومن ہے- یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ مومن نہیں اور یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ وہ منافق ہے اس لئے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا- وہ دراصل غیروں سے ملا ہوتا ہے اور ایسی حرکات کرکے جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ میں نے پچھلے جمعہ میں مثال سنائی تھی کہ کس طرح ایک شخص نے ہندوؤں کے ساتھ احمدیوں کی لڑائی کرانے کی کوشش کی تھی-

اس کے بعد میں رسول کریم ﷺ کا طریقِ عمل ایک چھوٹے سے واقعہ سے بتا دیتا ہوں کیونکہ میری صحت کے لحاظ سے اتنا ہی اِس وقت مناسب ہے- آپ ایک دفعہ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آکر کہنے لگا مجھے کچھ دو- آپ نے اسے کوئی چیز دی- راوی کا خیال ہے کہ وہ چیز اونٹنی وغیرہ تھی- پھر یہ معلوم کرنے کیلئے کہ آیا اس کی تسلی ہوگئی ہے یا نہیں- آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کردیا ہے یعنی تمہاری ضرورت پوری ہوگئی- اس نے جواب دیا کہ حسنِ سلوک اور ضرورت کا پورا ہونا تو دُور کی بات ہے، آپ نے تو میرے ساتھ معمولی رواداری کا برتاؤ بھی نہیں کیا اس پر صحابہ کو غصہ آیا اور وہ اُسے مارنے لگے کہ اِس نے کیوں رسول کریم ﷺ کی ہتک کی ہے- مگر آپ نے ان کو روک دیا اور اس اعرابی سے کہا کہ میرے پیچھے آؤ- آپ اُسے الگ لے گئے اور کہا کہ تم سائل کی حیثیت سے میرے پاس آئے تھے اور میں نے تمہارے ساتھ سلوک کردیا اور پوچھا کہ میں نے تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کردیا ہے؟ مگر تم نے جواب دیا کہ معمولی

رواداری بھی نہیں کی۔ پھر آپ نے اسے کچھ اور دیا جو راوی کو یاد نہیں رہا' کیا تھا اور پھر پوچھا کیا اب تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کردیا ہے؟ اس نے کہا ہاں اب واقعی کردیا ہے۔ میری طرف سے اور میرے اہل وعیال کی طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے پہلے جواب سے سننے والوں کو غصہ آیا تھا جس سے ان کے دلوں میں تمہارے متعلق نفرت رہے گی اس لئے بہتر ہے کہ جب پھر مجلس بیٹھی ہو تو میں تم سے یہی سوال کروں گا اور تم اگر چاہو تو اپنے جواب سے ان کے جذبات میں تبدیلی کرسکتے ہو۔ چنانچہ پھر مجلس کے موقع پر وہ آیا۔ آپ نے اُس سے وہی سوال کیا اور اُس نے کہا ہاں آپ نے میرے ساتھ حسنِ سلوک کردیا اب میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور میرے اہل وعیال کی طرف سے آپ کو جزائے خیر دے۔ پھر آپ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ شخص میرے پاس آیا' ناواقف تھا اور مجھ سے حسنِ سلوک کی امید رکھتا تھا۔ اس کی امید کے مطابق اس کے ساتھ حسنِ سلوک نہ ہوا اور تم اسے مارنے کیلئے دوڑے لیکن میں نے روکا اور اسے خوش کیا۔ اور میری تمہاری مثال ایسی ہی ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی بھاگ گئی اس کے رشتہ دار اور دوست سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوگئے اور اُس کے پیچھے بھاگنے لگے مگر وہ ان کے شور سے بدک کر اور بھی تیز بھاگنے لگی۔ اُس نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا کہ بھائیو! میری حالت پر رحم کرو اور یہ احسان مجھ پر نہ کرو مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو۔ اور جب وہ لوگ ہٹ گئے اور شور کم ہوا تو اونٹنی بھی ذرا آہستہ ہوئی۔ اُس نے سبز گھاس اُکھاڑ کر اس کے سامنے کیا اور اس طرح چمکار کر اُسے پکڑلیا۔ اسی طرح یہ شخص میرے پاس آیا تو تم لوگوں نے یہ کوشش کی کہ یہ بِدک کر بھاگ جائے۔ اگر وہ چلا جاتا تو ضرور جہنم میں جاگرتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کامیابی دی اور میں نے اسے بچالیا۔ آپ نے اُس وقت وہ محبت شفقت اور مہربانی ظاہر کی جو بنی نوع انسان کیلئے آپ کے دل میں تھی اور اس طرح بتادیا کہ انسان کی اصلاح کس طرح ہوسکتی ہے۔ ساری دنیا ہماری ضالّة ہے۔ پہلے مسیحؑ نے اپنے نہ ماننے والوں کو گُم گشتہ بھیڑیں قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ میں انہیں جمع کرنے کیلئے آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کھوئے ہوؤں کو جمع کرنے آئے ہیں۔ اور عربستان کی نسبت سے جن کھوئے ہوؤں کو جمع کرنے کیلئے آپ آئے تھے انہیں اونٹ یا اونٹنیاں کہا جاسکتا ہے۔ پس مسیح ناصری بھیڑوں کو جمع کرنے آئے تھے اور مسیح محمدی اونٹنیوں کو مگر بعض اوقات تم

لوگوں کی طرف سے ویسا ہی معاملہ ہوجاتا ہے جو اونٹنی کو پکڑنے والوں نے کیا تھا- یعنی جب ہم کسی اونٹنی کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو بعض تم میں سے ہُو ہُو کرکے ایسا شور مچاتے ہیں کہ وہ قریب آنے کے بجائے اور بھاگتی ہے اور اگر اسے روکا نہ جائے تو وہ بھیڑیوں اور چیتوں کے قبضہ میں جاکر ماری جائے- پس رسول کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ایسے لوگوں سے میں بھی یہی کہتا ہوں کہ تمہاری مہربانی سے میں نے بھرپایا مزید مہربانی مجھ پر نہ کرو مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو اس کا پکڑنا خدا کے فضل سے ہمیں آتا ہے ہاں اگر تم بھی اس میں مدد کرنا چاہتے ہو تو اس کا طریق یہی ہے کہ عفو' نرمی' محبت کا گھاس دکھا کر نہ کہ لٹھ کے ذریعہ- یہ کیا طریق ہے کہ ایک طرف تو تبلیغ کرنے جاتے ہو اور دوسری طرف اگر کوئی تمہارے پاس آجائے تو اُسے دھمکاتے ہو- اس کی مثال میں مجھے بچپن کی سنی ہوئی ایک کہانی یاد آگئی- کہتے ہیں ایک امیر آدمی گزر رہا تھا کہ اس نے دیکھا ایک بچہ ہاتھ میں روٹی پکڑے کھارہا ہے- اس نے روٹی ایک کتے کو دکھائی کتے نے سمجھا مجھے دینا چاہتا ہے اس لئے وہ قریب گیا لیکن جب وہ قریب پہنچا تو بچہ نے زور کے ساتھ اس کے ایک اینٹ ماری اور کُتّا چیختا ہوا بھاگا- امیر آدمی کو یہ حرکت بہت ناگوار گزری اور اس نے ایک پونڈ جیب سے نکال کر بچہ کی طرف گیا- بچہ نے سمجھا شاید میری یہ حرکت اسے بہت پسند آئی ہے اور انعام دینا چاہتا ہے لیکن جب وہ قریب پہنچا تو اُس نے زور سے ایک تھپڑ اُس کے منہ پر مارا- اِس پر بچہ نے پوچھا کہ میں نے کیا قصور کیا تھا کہ آپ نے مجھے اِس قدر زور سے مارا- اُس نے جواب دیا کہ کتے نے تمہارا کیا قصور کیا تھا کہ تم نے اِس قدر زور سے اُسے مارا-

پس تبلیغ کرکے پہلے بُلانا اور پھر دھمکانا نہایت ہی نامناسب حرکت ہے- تبلیغ کرنا گویا قریب بلانا ہے اور ظاہر ہے کہ قریب بلانا اور پھر دھمکانا دونوں باتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں- پس پیار' محبت اور شفقت سے کام لو اور ایسے لوگ خواہ منافق ہوں یا بے ایمان ان کی مطلقاً پرواہ نہ کرو اور ان کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار نہ کرو- کچھ عرصہ ہوا' یہاں ایک ایسا ہی واقعہ ہوا تھا- جس پر یہ سوال اٹھا کہ احمدی کی مدد کرنی چاہیئے- اس پر میں نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم بھی اس بداخلاقی میں اس کے ساتھ وابستہ ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے احمدیت بدنام ہوتی ہے- ہم خدا کے فضل سے نہ کسی حکومت سے ڈرتے ہیں اور نہ بادشاہوں اور ان کی فوجوں سے اور نہ ہی کسی مخالف قوم سے- اگر ہم

کسی سے ڈرنے والے ہوتے تو عدمِ تعاون کی تحریک کے ایام میں جب حکومت سے ہمدردی کا نام لینا بھی اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلاء کرنے کے مترادف تھا اور جب حکومت کے بڑے بڑے حکّام بھی چُھپ کر کانگرسیوں کو چندہ دیتے تھے' اُس وقت ہم سینہ سپر ہو کر اس تحریک کی مخالفت نہ کرتے- پس ہمیں حکومتوں کی دھمکیوں' فوجوں کی دھمکیوں یا لوگوں کی دھمکیوں کی کوئی پروا نہیں صرف ایک چیز ہے جس کی ہمیں پروا ہے اور وہ احمدیت کا نام ہے- صرف اسے بدنامی سے بچانا ہمارے مدنظر ہونا چاہیئے اور اس کیلئے ہمیں خواہ کسی کے سامنے گردن جُھکانی پڑے' فروتنی اختیار کرنی پڑے' اس کیلئے تیار رہنا چاہیئے- پس کوشش کرو کہ احمدیت کا نام جہاں آئے' دشمن کی باچھیں کِھل جائیں اور وہ سمجھ لے کہ اِس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے- ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک دوست مجھ سے ملنے آئے اور سناتے تھے کہ میں ایک انگریز افسر سے ملا اور اُسے کہا کہ مجھے فلاں زمین دے دو- اُس نے کہا اس کیلئے تو روپیہ کی ضرورت ہے مگر تمہارے ساتھ خاص سلوک کرتا ہوں کہ تم صرف ضمانت دے کر لے سکتے ہو- انہوں نے کہا احمدیت سے بڑھ کر ضمانت اور کیا ہوسکتی ہے اور میں احمدی ہوں- اِس پر اُس نے زمین ان کو دے دی- اِس وقت تک احمدیت بالکل نیک نام ہے- دشمن بھی زبان سے خواہ کچھ کہیں ان کے دل ضرور تسلیم کرتے ہیں اور تمہارا فرض ہے کہ اس نیک نامی میں اضافہ کرو تا جماعت جتنی بڑھتی جائے اتنی ہی زیادہ نیک نام ہوتی جائے- جیسا کہ کہتے ہیں کہ ایرانی قالین پر جتنی صدیاں زیادہ گزریں اُتنا ہی زیادہ چمکدار ہوتا ہے- میں نے ایک مختصر اور سبق آموز حکایت میں رسول کریم ﷺ کا طریقِ عمل اور آپ کی نصیحت بیان کردی ہے لیکن اگر کوئی اس پر عمل نہ کرسکے تو میں اسے یہی کہوں گا کہ مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو اور دین کے کام کو زیادہ خراب نہ کرو-

(الفضل ۲۲- مارچ ۱۹۳۴ء)